مسجد کے چندے سے تراویح پڑھانے کی اجرت دینا کیسا؟

دار الافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:Lar11928 تاریخ:15-03-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہم ختم قرآن کے لیے رقم جمع کرتے ہیں، جس سے شیرینی، امام، مؤذن، سامع اور حافظ صاحب کے لیے تحائف خریدتے ہیں، جبکہ حافظ صاحب سے کیے گئے اجارے کو مسجد کے چندے سے ادا کرتے ہیں۔ کیا مسجد کے چندے سے حافظ صاحب کو اجرت دینا جائز ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

صورتِ مسئولہ میں اولاً یہ جان لیں کہ حافظ صاحب کا تراویح پڑھانے کے بدلے اجرت لینا یا اجرت تو طے نہ کی ہو، مگر انتظامیہ کو معلوم ہو کہ تراویح کے بعد کچھ دینا ہے اور حافظ صاحب کو بھی معلوم ہو کہ کچھ ملے گا، تو ان دونوں صورتوں میں لینا اور دینا جائز نہیں، نہ مسجد کے چندے سے اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور رقم سے، ہاں اگر تراویح پڑھانے والا وقت کا اجارہ کرلے، تو وقت کے مطابق اس کا اجرت لینا جائز ہے، البتہ **اس اجرت کو مسجد کے چندے سے دینے میں تفصیل درج ذیل ہے:**

مساجد کے مصارف کے لیے جمع ہونے والی رقم عموماً دو طرح کی ہوتی ہے:(1) وقف

کی آمدنی (2) لوگوں کے عطیات۔

مسجد کے مصارف اگر وقف کی آمدنی سے کیے جاتے ہیں، تو اس میں شرطِ واقف کا اعتبار ہو گا یعنی واقف نے وقف کرتے وقت جملہ اخراجات کے ساتھ اس مَد میں بھی خرچ کرنے کی اجازت دی یا خرچ کو متولی کی صوابدید پر موقوف رکھا یوں کہ متولی مسجد سے متعلق اُمور میں جہاں مناسب سمجھے خرچ کرے، تو ان صورتوں میں حافظ صاحب کو مسجد کی آمدنی سے اجرت دینا جائز ہے۔

اگر واقف کی طرف سے ایسی کوئی صراحت نہیں تھی، تو زمانہ قدیم سے اس معاملے میں متولیوں کا کیا معمول رہا ہے؟ اس کو دیکھا جائے گا۔ متولی حضرات مسجد کے مِنْ جُملہ اَخراجات میں اس خرچ کو بھی شامل کرتے رہے ہیں، تو حافظ صاحب کو اس آمدنی سے اجرت دینا جائز ہو گا، اگر زمانہ قدیم سے متولیوں کا ایسا کوئی معمول نہیں رہا، تو اجرت دینا جائز نہ ہو گا۔

مسجد کی آمدنی کا دوسرا بڑا ذریعہ لوگوں کے عطیات ہیں، فی زمانہ مساجد و مدارس کی آمدنی کا زیادہ تر مَدار انہی پر ہے، لہٰذا اس صورت میں جواز و عدم جواز کا مدار چندہ دینے والوں کی طرف سے صراحتاً یا دلالۃ اجازت پر موقوف ہو گا۔ یعنی جہاں چندہ دینے والوں کو معلوم ہے کہ حافظ و سامع صاحب کو اجرت ان کے عمومی عطیات سے دی جاتی ہے، اس پر ان کی طرف سے کوئی تعارض نہیں ہوتا، تو وہاں مسجد کے عمومی عطیات سے اجرت دینا بھی جائز ہو گا۔

اور جہاں مسجد کے عطیات سے حافظ صاحب کو عطیات دینے کا عرف نہیں اور نہ ہی چندہ دینے والوں کے ذہنوں میں مسجد کے مِنْ جملہ اخراجات میں سے یہ اخراجات معہود و معروف ہیں، تو ایسی مساجد میں مسجد کے عطیات سے حافظ صاحب کو اجرت دینا جائز نہ ہو گا۔

طاعات پر اجارہ کرنے کے حوالے سے درمختار میں ہے:"لا تصح الاجارۃ۔۔لِأَجل الطاعات ۔۔ویفتی الیوم بصحتھا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان" ترجمہ:طاعات پر اجارہ جائز نہیں اور اب فتوی قرآن و فقہ کی تعلیم اور امامت واذان کی اجرت کے درست ہونے پر ہے۔

اس کے تحت رد المحتار میں ہے:" وقد اقتصر علی استثناء تعلیم القرآن أیضا في متن الکنز ومتن مواھب الرحمن و کثیر من الکتب، وزاد في مختصر الوقایۃ ومتن الإصلاح تعلیم الفقہ، وزاد في متن المجمع الإمامۃ، ومثلہ في متن الملتقی ودرر البحار.وزاد بعضھم الأذان والإقامۃ والوعظ" **ترجمہ: کنزالدقائق ، مواہب الرحمٰن کے متون اور کثیر کتب میں تعلیم قرآن کے استثناء پر اقتصار کیا ہے اور مختصر الوقایہ میں اور الاصلاح کے متن میں تعلیم فقہ کا اضافہ کیا ہے اور مجمع کے متن میں امامت کا اضافہ کیا،اسی کی مثل ملتقی اور درر البحار کے متن میں ہے۔اور بعض نے اذان ،اقامت اور وعظ کا اضافہ کیا ہے۔**

(درمختارمع ردالمحتار، کتاب الاجارۃ،جلد9،صفحہ92،94،مطبوعہ کوئٹہ)

تلاوت قرآن پر اجرت کے ناجائز ہونے کے متعلق رد المحتار میں ہے :" قال تاج الشریعۃ في شرح الھدایۃ: إن القرآن بالأجرۃ لا یستحق الثواب لا للمیت ولا للقارئ. وقال العیني في شرح الھدایۃ: ویمنع القارئ للدنیا، والآخذ والمعطي آثمان. فالحاصل أن ما شاع في زماننا من قراءۃ الأجزاء بالأجرۃ لا یجوز؛ لأن فیہ الأمر بالقراءۃ وإعطاء الثواب للآمر والقراءۃ لأجل المال؛ فإذا لم یکن للقارئ ثواب لعدم النیۃ الصحیحۃ فأین یصل الثواب إلی المستأجر ولولا الأجرۃ ما قرأ

أحد لأحد في هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسبا ووسيلة إلى جمع الدنيا - إنا لله وإنا إليه راجعون "ترجمہ: تاج الشریعہ نے شرح ہدایہ میں فرمایا: بے شک اجرت پر قرآن پڑھنے سے ثواب نہیں ملتا، نہ میت کو اور نہ پڑھنے والے کو۔ اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں فرمایا: دنیا کے لیے پڑھنے والے کو روکا جائے اور لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں، تو خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں جو اجرت پر پارے پڑھنے کا رواج ہو گیا ہے یہ جائز نہیں، کیونکہ اس میں تلاوت کا حکم دینا ہے اور پھر (پڑھنے والے کی طرف سے) حکم دینے والے کو ثواب دینا ہے اور یہ پڑھائی مال کے لیے ہے، تو جب پڑھنے والے کو ہی نیت درست نہ ہونے کی وجہ سے کوئی ثواب نہیں ملتا، تو مستاجر (اجرت پر پڑھائی کروانے والے) کو ثواب کہاں سے ملے گا۔ اور اگر اجرت نہ ہو، تو اس زمانے میں کوئی کسی کے لیے نہ پڑھے، بلکہ ان لوگوں نے قرآن عظیم کو کمائی کا ذریعہ اور دنیا جمع کرنے کا طریقہ بنالیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (ردالمحتار، کتاب الاجارۃ، مطلب تحریر مھم۔۔۔، جلد9، صفحہ95، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "اجارہ جس طرح صریح عقد زبان سے ہوتا ہے، عرفاً شرط معروف و معہود سے بھی ہو جاتا ہے، مثلاً: پڑھنے پڑھوانے والوں نے زبان سے کچھ نہ کہا، مگر جانتے ہیں کہ دینا ہو گا، وہ سمجھ رہے ہیں کہ کچھ ملے گا، انہوں نے اس طور پر پڑھا، انہوں نے اسی نیت سے پڑھوایا، اجارہ ہو گیا، اب دو وجہ سے حرام ہوا، ایک تو طاعت پر اجارہ یہ خود حرام، دوسرے اجرت اگر عرفاً معین نہیں، تو اس کی جہالت سے اجارہ فاسدہ۔ یہ دوسرا حرام۔۔۔ پس اگر قرارداد کچھ نہ ہو، نہ وہاں لین دین معہود ہوتا ہو بعد کو بطورِ صلہ و حسنِ سلوک کچھ دے دینا جائز، بلکہ حسن ہوتا، ﴿هَلْ جَزَآءُ

الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ احسان کی جزاء صرف احسان ہے، اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ مگر جبکہ اس طریقہ کا وہاں عام رواج ہے، تو صورت ثانیہ میں داخل ہو کر حرام محض ہے۔"

اوراس کے حلال ہونے کی صورتوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: "اب اس کے حلال ہونے کے دو طریقے ہیں: اوّل یہ کہ قبل قراءت پڑھنے والے صراحۃً کہہ دیں کہ ہم کچھ نہ لیں گے، پڑھوانے والے صاف انکار کر دیں کہ تمہیں کچھ نہ دیا جائے گا، اس شرط کے بعد وہ پڑھیں اور پھر پڑھوانے والے بطورِ صلہ جو چاہیں دے دیں یہ لینا دینا حلال ہو گا۔۔۔ دوم پڑھوانے والے پڑھنے والوں سے بہ تعیینِ وقت واُجرت ان سے مطلق کار خدمت پر پڑھنے والوں کو اجارے میں لے لیں، مثلاً: یہ ان سے کہیں ہم نے صبح سات بجے سے بارہ بجے تک بعوض ایک روپیہ کے اپنے کام کاج کے لیے اجارہ میں لیا، وہ کہیں ہم نے قبول کیا، اب یہ پڑھنے والے اتنے گھنٹوں کے لیے ان کے نوکر ہو گئے، وہ جو کام چاہیں لیں، اس اجارہ کے بعد وہ ان سے کہیں اتنے پارے کلام اللہ شریف کے پڑھ کر ثواب فلاں کو بخش دو یا مجلس میلاد مبارک پڑھ دو یہ جائز ہو گا اور لینا دینا حلال "لان الاجارة وقعت علی منافع ابدانهم لاعلی الطاعات والعبادات" یعنی کیونکہ یہ اجارہ ان کے ابدان سے انتفاع پر ہوا ہے، نہ کہ ان کی عبادات اور طاعات پر ہوا ہے۔"

(فتاوی رضویه، جلد19، ص487،488، مطبوعه رضا فاؤنڈیشن، لاهور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "آج کل اکثر رواج ہو گیا ہے کہ حافظ کو اُجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں، یہ ناجائز ہے۔ دینے والا اور

لینے والا دونوں گنہگار ہیں، اُجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کرلیں کہ یہ لیں گے یہ دیں گے، بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے، اگرچہ اس سے طے نہ ہوا ہو، یہ بھی ناجائز ہے کہ "اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ" ہاں اگر کہہ دے کہ کچھ نہیں دوں گا یا نہیں لُوں گا، پھر پڑھے اور حافظ کی خدمت کریں، تو اس میں حرج نہیں کہ "اَلصرِیحُ یفوقُ الدلالۃ۔"

(بہارشریعت، جلد1، حصہ4، صفحہ692، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اوقاف کی آمدنی خرچ کرنے سے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: "حکم شرعی یہ ہے کہ اوقاف میں پہلی نظر شرط واقف پر ہے، یہ دوکانیں اُس نے جس غرض کے لیے مسجد پر وقف کی ہوں، ان میں صرف کیا جائے گا، اگرچہ وہ افطاری و شیرینی وروشنی ختم شریف ہو اور اس کے سوا دوسری غرض میں اُس کا صرف کرنا حرام حرام سخت حرام، اگرچہ وہ بناء مدرسہ دینیہ ہو، واقف کی شرط ایسے ہی واجب العمل ہے جیسے شارع علیہ السلام کی نص۔ حتی کہ اگر اس نے صرف تعمیر مسجد کے لیے رقم وقف کی تو مرمت شکست وریخت (یعنی ٹوٹ پھوٹ کی مرمت) کے سوا مسجد کے لوٹے، چٹائی میں بھی صرف نہیں کرسکتے اور افطاری وغیرہ میں در کنار، اور اگر مسجد کے مصارف رائجہ فی المساجد (یعنی مسجدوں میں جن چیزوں میں خرچ کرنے کا عرف ہو اُن) کے لیے وقف ہے، تو بقدر معہود (یعنی عرف کی مقدار میں) شیرینی وروشنی ختم (شریف) میں صرف کرنا، جائز مگر افطاری و مدرسہ میں ناجائز، نہ اسے تنخواہ مدرسین وغیرہ میں صرف کر سکتے ہیں کہ یہ اشیاء مصارف مسجد سے نہیں (جب خود واقف کے لیے کسی نئی چیز کا احداث وقف میں جائز نہیں، تو محض اجنبی شخص کے لیے کیسے ہوسکتا ہے) اور اگر اس نے ان چیزوں

کی بھی صراحتہ اجازت شرائط وقف میں رکھی یا مصارف خیر کی تعمیم کردی یا یوں کہا کہ دیگر مصارف خیر حسب صواب دید متولی، توان میں بھی مطلقاً یا حسب صواب دید متولی صرف ہوسکے گا۔ غرض ہر طرح اس کے شرائط کا اتباع کیا جائے گا اور اگر شرائط معلوم نہیں، تو اس کے متولیوں کا قدیم سے جو عملدرآمد رہا ہو اس پر نظر ہوگی، اگر ہمیشہ سے افطاری و شیرینی و روشنی ختم کل یا بعض میں صرف ہوتا رہا، اس میں اب بھی ہوگا ورنہ اصلاً نہیں اور احداث مدرسہ بالکل ناجائز۔ (فتاوی رضویہ ج16، ص486، 485، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

چندہ دینے والوں کی طرف سے صراحتاً یا دلالۃ اجازت کے بارے میں سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”زر چندہ شرعاً ملک چندہ دہندہ پر باقی رہتا ہے کما حققناہ فی فتاؤنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) اس میں اجازت چندہ دہندگان پر مدار ہے، اگر قدیم سے معمول یتیم خانہ رہا ہو کہ جو یتیم حد یتیم شرعی سے نکل کر بالغ ہو جائیں اور وہ بھی اپنے لیے رزق حلال کسب کرنے کے قابل ہونے تک ان کو یتیم خانہ میں رکھا جاتا اور زر چندہ سے ان کا خرچ کیا جاتا ہو، چندہ دہندگان اس پر آگاہ ہوا کیے اور اس پر راضی رہا کیے، تو اب بھی جائز ہے، لان المعروف کالمشروط والاجازۃ دلالۃ کالاذن الصریح (کیونکہ معروف چیز مشروط چیز کی طرح ہوتی ہے اور دلالۃً اجازت بھی صریح اجازت کی طرح ہے۔ت) اور اگر پہلے سے یہ معہود اور معروف نہ رہا اور اب تمام چندہ دہندوں سے اجازت لینی ممکن ہو، تو اجازت لے کر کرسکتے ہیں، لان المال لھم فیصرف باذنھم ولیس ھذا خلاف سبیل البر حتی یکرہ لھم الرجوع عنہ بل ربما یؤیدہ ویرغب الیتامی فی دخول ھذہ الجمیعۃ“ کیونکہ مال ان کا ہے، اس لیے ان کی اجازت

سے خرچ کیا جائے اور یہ راہ نیکی کے خلاف نہیں ہے، حتی کہ واپس لینا مکروہ ہے، بلکہ اس میں نیکی کے لیے رغبت ہے اور یتیموں کو اس اجتماعیت میں شرکت کی رغبت ہو سکتی ہے۔۔۔ اور اگر وہ یتیم حالت یتم سے یتیم خانہ میں تھے اور بعد ظہور بلوغ یا پندرہ سال کی عمر پوری ہونے کے یتیم خانہ سے ان پر صرف کیا گیا اور اجازت مذکورہ نصاً یا عرفاً ثابت نہ تھی، تو سال بھر سے زائد یہ مواخذہ ذمہ مہتممان لازم اور تاوان ادا کرنا واجب ہو چکا۔"

(ملخص از فتاوی رضویہ، جلد16، ص242، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ہاشم خان عطاری

22شعبان المعظم1444ھ/15مارچ2023ء

نوٹ: دار الافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دار الافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جا سکتی ہے